Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

نائلہ تبسم اکرم کا فن اور اسلوبیاتی جہات: مجموعہ ”قرضِ حسنہ“ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

انیلہ احمد

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر غلام شبیر اسد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، جھنگ

Anila Ahmed
PhD Scholar, Department of Urdu, Rifaa International University, Faisalabad
Dr. Ghulam Shabbir Asad
Assistant Professor, Department of Urdu, Government Graduate College, Jhang

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license

Abstract: This research article presents a comprehensive critical and analytical evaluation of Naila Tabassum Akram’s short story collection, "Qarz-e-Hasna". The study explores the socio-psychological horizons of twentieth and twenty-first-century Urdu fiction as reflected in her work. Through a meticulous examination of selected short stories including Kisi Khanqah Mein Jal Bujha, Iltibas-e-Mohabbat, Do Haath Ki Chooriyan, Marham, Khudgharzh, Iddat, Qarz-e-Hasna, Buzdil, Qabristan-e-Lawaris Qaidi, Chupke Se Bahar Aa Jaye, Mere Mazdoor Is Daur Ke Kohkan, and Hayolay this paper dissects themes of selfless love, deep emotional deprivation, female consciousness, class exploitation, and psychological conflicts. Utilizing literary tools such as round characterization, interior monologues, complex metaphors, and layered symbolism (e.g., shrines, mist, and desolate graveyards), Akram unveils the stark realities of human existence. The article critically highlights her artistic prowess in blending urban and rural dialects while maintaining intense emotional resonance, establishing "Qarz-e-Hasna" as a significant milestone in contemporary Urdu literary criticism.

Keywords: Urdu Afsana, Psychological Realism, Symbolism, Female Consciousness, Socio-Economic Exploitation, Literary Criticism, Contemporary Urdu

نائلہ تبسم ۱۹۷۶ء میں جھنگ صدر پیدا ہوئیں۔ اُن کے والد کا نام چودھری محمد اکرم صابر ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز بشیر گرلز ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے کیا، اور اس کے بعد انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن کی تعلیم گورنمنٹ کالج برائے خواتین جھنگ سے مکمل کی۔ انہوں نے ایم اے انگریزی گورنمنٹ کالج جھنگ سے کیا جبکہ ایم اے اردو نجی حیثیت میں پاس کیا۔ اس کے علاوہ وہ سی ٹی، بی ایڈ اور ایم ایڈ کی تعلیمی اسناد بھی رکھتی ہیں۔ موجودہ دور میں آپ

گورنمنٹ کالج برائے خواتین جھنگ میں بحیثیت اردو لیکچرر فرائض انجام دے رہی ہیں۔ معذوری (پولیو) کے باوجود علمی اور فکری میدان میں بھرپور سرگرمی کا مظاہرہ کرنے والی نائلہ تبسم نے اپنے ادبی سفر کا آغاز سن ۲۰۰۷ء میں کیا، جب ان کی پہلی غزل ادبی جریدے 'ماہ نو' میں شائع ہوئی۔ ان کے فنی سرمائے میں ۲۰۱۵ء میں سامنے آنے والا افسانوی مجموعہ 'قرض حسنہ' اور ۲۰۱۸ء میں شائع ہونے والا شعری مجموعہ "میرے کم سخن" شامل ہے۔ اردو افسانے کی تاریخ بیسویں صدی کے آغاز سے ارتقائی مراحل طے کرتی چلی آ رہی ہے، اور اس صنف کے جدید دور میں باطنی کیفیات، نفسیاتی الجھنوں اور معاشرتی مسائل کی عکاسی کو ہمیشہ مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس پس منظر میں نائلہ تبسم ان ممتاز تخلیق کاروں میں نمایاں مقام رکھتی ہیں جنھوں نے انسانی جذباتی کیفیات، محبت کے انوکھے رنگ، عورت کی داخلی دنیا، محرومیوں، قربانی کے جذبے اور سماجی تضادات کو اپنے فکری کینوس کا حصہ بنایا۔ ان کے افسانے پڑھنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان کے ہاں حیات کے تلخ حقائق اور انسانی احساسات کی باریکیوں کو نہایت فنکارانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ا۔ بھیک:

افسانہ "بھیک"، مفلسی کے مارے انسان کی کسمپرسی، بے بسی، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاقی استقلال، صبر، ایمانداری اور ضمیر کی کشمکش کا نہایت گہرا عکاس ہے۔ اس تخلیق میں ایک ایسے محنت کش مزدور کے شب و روز کو موضوع بنایا گیا ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر کٹھن آزمائشوں سے نبرد آزما رہتا ہے، لیکن تمام تر ترغیبات کے باوجود اپنے باضمیر ہونے اور پختہ ایمان کے اصولوں پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ کہانی کا بیانیہ سادگی، حقیقت پسندی اور گہرے جذباتی آہنگ میں ڈوبا ہوا ہے، جس کے باعث قاری ہیرو کے داخلی تجربات سے خود کو جڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ کہانی کار نے غربت کے اثرات کو اتنے حقیقی روپ میں پیش کیا ہے کہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ تنگ دستی انسان کو کس طرح زندگی کی بنیادی سہولتوں تک سے محروم کر دیتی ہے۔ افسانے میں معاشی بدحالی کی ہولناکی کو ظاہر کرتے ہوئے مرکزی کردار کے ان داخلی جذبات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> "ماں نے راشن ختم ہونے کی روح فرسا خبر سنائی تو میری جیب میں دھرے پانچ روپے کے دو سکے باہم ٹکرا کر جیسے اعترافِ شکست کرنے لگے۔"

اس اقتباس سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ مرکزی کردار کس قدر شدید مالی دباؤ کا شکار ہے اور اس کا کنبہ زندگی کی ضروریات سے بھی کس طرح محروم ہے۔ تاہم، مصنفہ نے اس تاریکی میں ایمان و ایقان کا رخ روشن رکھا ہے، جس کی تائید اس قرآنی فرمان سے بھی ہوتی

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026
Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم آزمائیں گے تم کو کچھ ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں کے نقصان سے۔"

یہ قرآنی حوالہ کردار کے مضبوط ایمان اور صبر کی علامت ہے۔ مصنفہ یہ پیغام دیتی ہیں کہ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور صبر انسان کی سب سے بڑی قوت ہے۔ کہانی کا مرکزی نکتہ کردار کی اندرونی کشمکش ہے۔ اسے راستے میں چار سو روپے ملتے ہیں اور ایک طرف اس کے گھر کی بھوک ہے جبکہ دوسری طرف ایمانداری کا تقاضا۔

"یہ کسی اور کی محنت کا ثمر ہے، اسے اس کے مالک تک پہنچانا تیرا فرض ہے۔"

یہ اقتباس ضمیر کی آواز کو نمایاں کرتا ہے۔ کردار شدید مجبوری کے باوجود دیانت داری کو ترجیح دیتا ہے۔ مرکزی کردار محنتی، صابر، خوددار اور دیانت دار انسان ہے۔ اس کی زندگی مسلسل مشکلات سے عبارت ہے لیکن وہ چوری یا بے ایمانی کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ حقیقت نگاری مصنف نے پاور لوم کے مزدوروں ل کو حقیقت کے قریب رہ کر بیان کیا ہے۔، لوڈشیڈنگ، بے روزگاری، مہنگائی اور قرض جیسے مسائل "پاور لوموں کے سرہانے بیٹھے بجلی کا یوں انتظار کرتے جیسے بھوکے درندے شکار کے منتظر ہوں۔" یہ تشبیہ معاشرتی مسائل کو انتہائی مؤثر انداز میں بیان کرتی ہے۔

"میں صرف میٹرک کا امتحان نہیں دے پایا، باقی ہر امتحان کے لیے زندگی مجھے چن چکی تھی۔"(۱)

یہ جملہ کردار کی پوری زندگی کے دکھوں اور مسلسل آزمائشوں کا خلاصہ ہے۔ کہانی میں کئی علامتیں استعمال ہوئی ہیں۔ تپتا صحرا، نخلستان، چار سو روپے، اندھیرا، روشنی۔

"میرے اندر کی تاریکی میں ہلکی سی دیئے کی لو جیسی روشنی لہرائی۔"(۲)

یہاں روشنی امید کی علامت ہے۔

مصنف کی زبان سادہ، عام فہم، ادبی اور محاوراتی ہے۔ تشبیہ، استعارہ، سوالیہ انداز اور منظر نگاری نے عبارت کو مؤثر بنا دیا ہے۔

اسی حوالہ سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"مفلسی کے اژدہے پھنکارتے ہوئے نکل آئے۔"(۳)

یہ استعارہ غربت کی شدت کو نمایاں کرتا ہے۔ کہانی کا اختتام انتہائی مؤثر اور سبق آموز ہے۔ مرکزی کردار شدید مجبوری کے باوجود روپے اصل مالک کو واپس کر دیتا ہے۔ اگرچہ اسے صرف سو روپے انعام ملتے ہیں، لیکن اس نے اپنی دیانت اور انسانیت کو بچا لیا۔

"میری آواز میرے حلق اور میرے آنسوؤں میں الجھ کر رہ گئی۔"(۴)

یہ جملہ کردار کی جذباتی کیفیت اور قربانی کو انتہائی مؤثر انداز میں بیان کرتا ہے۔ یہ افسانہ معاشرتی حقیقت نگاری، غربت، صبر، ایمانداری اور انسانی ضمیر کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ مصنف نے واضح کیا ہے کہ شدید غربت اور مصائب کے باوجود ایمانداری اور اخلاقی اقدار کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ یہی اس کہانی کا بنیادی پیغام اور فنی خُوبی ہے۔ مذکورہ بالا اقتباس کردار کے جذباتی عزم اور قربانی کے جذبے کو نہایت جاندار انداز میں آشکار کرتا ہے۔ یہ منظر نہ صرف پڑھنے والے پر گہرا نقوش چھوڑتا ہے بلکہ اسے دیانت داری، صبر اور اخلاقی فرائض کی پاسداری کا درس بھی دیتا ہے۔ نائلہ تبسم کے افسانوی مجموعے "قرض حسنہ" میں محبت اور محرومی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے؛ تاہم یہاں محبت محض روایتی یا رومانوی درجے تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایثار، قربانی اور روحانی بلندی کی اعلیٰ منزلوں کو چھوتی نظر آتی ہے

۲۔ کسی خانقاہ میں جل بجھا:

کسی خانقاہ میں جل بجھا اردو افسانے کی اُن معنی خیز تخلیقات میں شامل ہے جو بظاہر ایک سادہ واقعے سے آغاز لے کر انسانی باطن کی پیچیدہ کیفیات کو بے نقاب کرتی ہیں۔ کہانی درگاہ کے باہر ایک انتظار سے شروع ہوتی ہے، مگر یہی انتظار ماضی کے دریچوں کو وا کرتا ہے اور قاری کو ایک ایسی دنیا میں لے جاتا ہے جہاں محبت، محرومی، کفرانِ نعمت اور روحانی احتساب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ افسانے کا مرکزی موضوع دراصل انسانی بے حسی اور سچی محبت کی ناقدری ہے، جس کا انجام روحانی شکست کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس حقیقت کو راوی نہایت بلیغ انداز میں یوں بیان کرتا ہے:

> "شیاطین کا تو مجھے پتہ نہیں البتہ میرے خیال میں انسانوں میں کفرانِ نعمت کی حد اس شخص پر آکر ٹھہرتی تھی۔"(۵)

مذکورہ اقتباس کہانی کے بنیادی فکری پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ فنی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کا کردار ایک متحرک اور ہمہ جہت (Round) نوعیت کا حامل ہے، جو شروع میں ایک خود غرض، دنیادار اور مکار انسان کے روپ میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کی شخصیت کا یہ رخ درج ذیل سطروں میں بخوبی جھلکتا ہے۔

> "دل پھینک عاشق یہ تھا، کذب میں کمال رکھتا تھا، ہوس زر نے تو اسے دیوانہ بنا رکھا تھا۔"(۶)

> "وہ محبت کو کھیل سمجھتا ہے اور خود اعتراف کرتا ہے دیکھو یار میں اپنے پیچھے کم و بیش پچاس ساٹھ محبتیں تو چھوڑ کر گیا تھا۔ اسلام میں اتنی شادیوں کی اجازت نہیں ہے۔ قبولاں میں ایسا کیا ہے کہ میں اسے اپنا لوں اور ان بے چاریوں کا کیا قصور جنھیں میں

قبولاں سمیت چھوڑ گیا تھا۔"(۷)

مگر افسانے کے اختتام پر یہی شخص ٹوٹا ہوا، نادم اور اندر سے خالی نظر آتا ہے۔ درگاہ سے نکلتے وقت اس کی کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے یہ جملہ اس کی روحانی موت اور باطنی شکست کی علامت ہے، جو اس کی شخصیت میں نمایاں تبدیلی کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کہانی میں قبولاں کا مرکزی کردار بے لوث محبت، سچی وفاداری اور اعلیٰ قربانی کی علامت کے طور پر ابھرتا ہے۔ اگرچہ وہ محرومی اور کسمپرسی کی زندگی گزارنے والی ایک نادار لڑکی ہے، تاہم اس کا دل پُر اخلاص محبت سے لبریز ہے اور اس کی طبیعت میں تکبر یا خود پسندی کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاتا اس کی کیفیت کو نہایت خوبصورتی سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

"جہاں جہاں انعام کے قدم پڑتے قبولاں کا دل اس ہر ہر شے پر سجدہ ریز ہو جاتا تھا۔"(۸)

اس کی تنہائی اور کرب کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے یہ اقتباس اس کے باطنی ویرانے اور جذباتی شکست کو نمایاں کرتا ہے۔ قبولاں کا کردار اگرچہ بظاہر خاموش ہے، مگر اس کی خاموشی ہی سب سے بلند صدا بن کر ابھرتی ہے۔ افسانے میں دیگر کردار جیسے راوی اور بی بی بھی اپنی علامتی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں راوی محض واقعات بیان کرنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک بااخلاق اور باشعور مبصر کا کردار ادا کرتا ہے، جبکہ بی بی طبقاتی تقسیم اور مفاد پرستی کی علامت ہے، جیسا کہ اس جملے سے ظاہر ہوتا ہے "وہ بھلا ایسی قابل اعتماد مستقل ملازمہ سے دستبردار کیوں ہوتیں۔" اسی طرح سعیدہ (کیتھرین) کا کردار ایک علامتی موڑ فراہم کرتا ہے، جو انعام کے ماضی اور حال کو جوڑتا ہے اور اس کے اندرونی تضاد کو نمایاں کرتا ہے۔ اسلوب کے لحاظ سے افسانہ نہایت سادہ مگر پر اثر ہے۔ زبان میں روانی، منظر نگاری اور علامت نگاری کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ مصنف نے درگاہ، فاتحہ، زرد دھوپ اور خاموشی جیسی علامتوں کے ذریعے کہانی کو گہرائی عطا کی ہے۔ درگاہ یہاں محض ایک جگہ نہیں بلکہ روحانی احتساب کی علامت ہے، جبکہ فاتحہ اختتام اور ندامت کی نمائندگی کرتی ہے۔ قبولاں خود ایک علامت ہے ایسی محبت کی جو فنا ہو کر بھی باقی رہتی ہے، جبکہ امریکہ مادیت اور خود غرضی کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔

مجموعی طور پر یہ افسانہ ایک گہرا اخلاقی اور روحانی پیغام دیتا ہے کہ سچی محبت کو نظر انداز کرنا اور خلوص کی ناقدری کرنا انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ انعام کی زندگی اس حقیقت کی عملی مثال بن جاتی ہے، جبکہ قبولاں کی خاموش محبت ایک لازوال صداقت کے طور پر ابھرتی ہے خاموش اور بے لوث محبت انسانی خلوص کی علامت بن جاتی ہے افسانے کا آخری تاثر یہ منظر پڑھنے والے کی سوچ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور اسے اس حقیقت کا احساس دلاتا ہے کہ اصل نقصان مادی نہیں بلکہ روحانی نوعیت کا ہوتا ہے۔ جبکہ انعام کا کردار محبت کی نہ قدری کے نتیجے میں روحانی شکست کا استعارہ بن کے ابھرتا ہے

افسانے کی زبان سادہ مگر اثر انگیز ہے۔ اس میں دیہی اور شہری لہجے کا حسین امتزاج علامت نگاری اور خوب صورت تشبیہات کا استعمال کیا ہے۔

"نیم کے درخت کے پار سامنے سیمنٹ کی اینٹوں کی دیواروں کو بغیر پلکیں جھپکائے وہ یوں دیکھتی جیسے وہ کسی قبرستان میں تنہا کھڑی ہے۔"(۹)

انعام ایک مدوّر (Round) کردار ہے جو افسانے کے دوران واضح تبدیلی سے گزرتا ہے ابتدا میں وہ ایک خود غرض، ہوس پرست اور موقع پرست انسان ہے۔ قبولاں افسانے کا سب سے مضبوط اور متاثر کن کردار ہے۔ وہ وفا، قربانی اور خاموش محبت کی علامت ہے۔

۳۔ التباس محبت:

میں محبت، عادت اور خود فریبی کے درمیان موجود باریک فرق کو نہایت نفسیاتی انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ نسائی شعور اور شناخت نائلہ تبسم اکرم کے افسانوں میں عورت محض مظلوم کردار بلکہ وہ زندگی کی کشمکش کو سمجھنے والی ایک باضمیر اور صاحبِ شعور ہستی کے طور پر ابھرتی ہے۔ اگرچہ قوبلاں کہانی میں بظاہر مادی روپ میں موجود نہیں رہتی، اس کے باوجود اس کی روحانی اور فکری موجودگی پوری کہانی پر چھائی رہتی ہے افسانہ التباسِ محبت" (مجموعہ قرضِ حسنہ کا تیسرا افسانہ) اردو افسانے کی اُن تخلیقات میں شامل ہے جو انسانی باطن کے نہایت نازک، پیچیدہ اور دردناک گوشوں کو بڑی باریکی سے اجاگر کرتی ہیں۔ یہ افسانہ محض ایک مثلثی محبت کی کہانی نہیں بلکہ محبت، خود فریبی، قربانی، اور جذباتی التباس (confusion) کی گہری نفسیاتی تصویر ہے۔ افسانہ التباسِ محبت کا بنیادی موضوع محبت اور عادت کے درمیان فرق، خود فریبی، اور جذباتی قربانی ہے۔ اس داستان کی راوی ایک ایسی نسوانی شخصیت ہے جو بظاہر تو پُرعزم اور قربانی کا پیکر دکھائی دیتی ہے، لیکن اندرونی طور پر شدید ذہنی کشمکش، ٹوٹ پھوٹ اور خود فریبی کا شکار ہوتی ہے۔ درحقیقت، اس کہانی کا پورا فکری تناظر اسی نکتے کے گرد گھومتا ہے۔

"ہماری محبت جسے ہم محبت کہتے ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ کی عادت ہے۔"(۱۰)

یہ جملہ محبت کے اس فریب کو بے نقاب کرتا ہے جس میں انسان جذبات کو حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے۔ اسی طرح راوی کا یہ اعتراف کہ "میرے اندر صفِ ماتم بچھی تھی مگر میرا لہجہ حسبِ موقع کہیں پر شوق، کہیں حوصلہ افزا اور کہیں سنجیدہ تھا" اس کے باطنی کرب اور ظاہری تصنع کے تضاد کو ظاہر کرتا ہے، جو پورے افسانے کی روح ہے۔ کردار نگاری کے اعتبار سے راوی (مرکزی کردار) ایک مدوّر (Round) اور نفسیاتی کردار ہے۔ وہ محبت کرنے والی بھی ہے، قربانی دینے والی بھی، اور خود کو دھوکہ دینے والی بھی۔ وہ اپنی محبت کو چھپانے کے لیے اداکاری کا سہارا لیتی ہے۔ "مجھے لگا کہ اس وقت میں دنیا کی بہترین اداکارہ ہوں"۔ مگر اس کے اندر کا کرب اس کے اس جملے سے عیاں ہوتا ہے۔ "میرے اندر بہت اندر... دل کی تہوں

میں سلیں ٹوٹ اور چیخ رہی تھیں۔ اس کہانی کی مرکزی کردار کا المیہ یہ ہے کہ حقائق سے آگاہ ہونے کے باوجود وہ ان کا انکار کرتی ہے اور چاہت کو قربان کرنے کے باوجود اسے شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ احمد کا کردار ایک متذبذب (conflicted) اور جزوی طور پر مدوّر کردار ہے جو محبت کے فلسفے میں الجھا ہوا ہے۔ وہ بیک وقت دو مختلف جذباتی رشتوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کی الجھن اس جملے میں نمایاں ہے۔

"مجھے محبت کے موضوع پر اس سے بحث کر کے لطف آتا تھا۔۔۔"(۱۱)

اور پھر اعتراف کرتا ہے:

"میں نے اسے بتادیا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ احمد دراصل اپنی ذات کے تضادات کا شکار ہے، اور اسی لیے راوی اسے کہتی ہے "تم شاید اپنی ذات کی زنگ آلود کنجیاں کہیں رکھ بھولے ہو"۔(۱۲)

یہ جملہ اس کی داخلی الجھن اور خود شناسی کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ ماہین کا کردار اگرچہ براہِ راست زیادہ نمایاں نہیں، مگر وہ ایک علامتی اور مؤثر کردار ہے۔ وہ حسن، کشش اور اس محبت کی نمائندگی کرتی ہے جو غیر ارادی طور پر جنم لیتی ہے۔ راوی اس کا نقشہ یوں کھینچتی ہے رنگ روپ، خدوخال جیسے واقعی شاعر کا تخیل یا پکاسو کا شاہکار ماہین دراصل اس حقیقت کی علامت ہے کہ محبت پر اختیار نہیں ہوتا، اور یہی بات افسانے کے مرکزی المیے کو جنم دیتی ہے۔ افسانے میں علامت نگاری نہایت گہری اور بامعنی ہے۔ رقصِ بسمل قربانی اور تڑپ کی علامت ہے، جہاں راوی خود کو ایک زخمی پرندے کی طرح محسوس کرتی ہے۔ دسمبر کی دھوپ ایک سرد، اداس اور دھندلی کیفیت کی نمائندگی کرتی ہے، جو رشتوں کی ٹھنڈک کو ظاہر کرتی ہے۔ آئینہ خود شناسی اور حقیقت کے ادراک کی علامت ہے۔ جیسا کہ آخر میں "آئینے نے میرا استقبال کیا... چہرہ کسی ہارے ہوئے جواری کا تھا۔" یہ جملہ اس کی مکمل شکست کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح:

"میری حسرتوں کی دنیا"(۱۳)

صرف ایک گیت نہیں بلکہ پوری کہانی کی علامت ہے ادھوری خواہشات اور ٹوٹے خوابوں کی دنیا ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے افسانہ نہایت نفسیاتی، علامتی اور بیانیہ (Narrative + Psychological Style) ہے۔ زبان میں ادبی چاشنی، جذباتی شدت اور مکالماتی روانی پائی جاتی ہے۔ انگریزی جملوں کا استعمال (جیسے "That's great"، Come on) جدید طرزِ زندگی اور کرداروں کی ذہنی فضا کو ظاہر کرتا ہے۔ مصنفہ نے داخلی خود کلامی (interior monologue) کے ذریعے راوی کے باطن کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا ہے، جس کے باعث پڑھنے والا بھی کردار کے دکھ اور شدید اضطراب کو محسوس کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کہانی کا اختتام انتہائی غیر متوقع اور دل دہلا دینے والا ہے۔

راوی جو اپنی محبت قربان کر کے خود کو کامیاب سمجھ رہی تھی، آخر میں اپنی شکست کا سامنا کرتی ہے جب وہ دیکھتی ہے کہ احمد اب بھی ماہین کی یاد میں تڑپ رہا ہے "Laptop کی سکرین پر ماہین کی تصویر تھی اور احمد بچوں کی طرح سسک رہا تھا۔" یہ منظر اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ محبت کو دبایا جا سکتا ہے، ختم نہیں کیا جا سکتا۔ آخری فضا کا ماتم ساری فضا ماتم کناں تھی افسانے کے المیے کو اپنے عروج پر پہنچا دیتا ہے۔ مجموعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ کہانی پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بنیادی سوال اٹھاتی ہے کہ ہم جسے محبت کا نام دیتے ہیں وہ حقیقت میں جذبہ ہے یا محض عادت، اور کیا ہر قربانی عظمت کی دلیل ہوتی ہے یا انسان کی سب سے بڑی خود فریبی؟ یہ افسانہ انسانی دل کے ان پیچیدہ راستوں کی کہانی ہے جہاں سچ اور فریب ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں، اور انسان آخر کار اپنی ہی ذات سے ہار جاتا ہے۔۔ راوی مرکزی کردار راوی نفسیاتی گہرائی کی حامل ہے۔ اس کی خصوصیات میں جذباتی حساسیت، خود شناسی، حوصلہ اور جمالیاتی شعور شامل ہیں

"میرے اندر بہت اندر دل کی تہوں میں Slids ٹوٹ اور چیخ رہی تھیں مگر میں نے
اپنے ہاتھوں کی انگلیوں تک کو لرزنے سے روکے رکھا۔"(۱۴)

یہ اقتباس راوی کے اندرونی اضطراب اور جذبات کی شدت کو واضح کرتا ہے، جو افسانے کی کشمکش کا مرکز ہے۔

احمد افسانے میں محبت اور کشمکش کے فطری اظہار کی علامت ہے۔ وہ اپنے جذبات اور محبت کے فلسفے کے ذریعے راوی کے فیصلے کو متاثر کرتا ہے۔

"میری حسرتوں کی دنیا۔۔۔ساری فضا ماتم کناں تھی۔"(۱۵)

یہ اقتباس احمد کے ردعمل اور راوی کی داخلی کیفیت کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ماہین کا کردار افلاطونی محبت کی حقیقی علامت ہے، جس کی غیر موجودگی یا موجودگی دونوں ہی راوی اور احمد کی زندگیوں پر اثر ڈالتی ہے۔

"ماہین کی محبت تم دونوں کے دلوں میں انجانے میں ہی سہی کھجور کے پودے کی طرح
پروان چڑھی ہے اور ان دو سالوں میں اس کی جڑیں بہت گہری ہو چکی ہیں۔"(۱۶)

یہ اقتباس ماہین کی شخصیت کے باطن اور اس کی سچی محبت کی گہرائی کو بخوبی نمایاں کرتا ہے۔" کبھی کبھی وقت ہمیں یوں آزماتا ہے جیسے تازیانہ بلف سفاک آقا اپنے بے بس غلام کو رقص بسمل پر مجبور کیے کھڑا ہو۔ دنیا کی پہلی محلاتی سازش جو خود شہنشاہ کے دل میں ایسی خاموشی سے پہنچتی رہی کہ اس کی ذات کا قلع فتح ہونے تک اسے مات کا گمان تک نہ ہوا...

"دھک دھک۔۔۔میرا دل کوہ ہمالیہ بن کر میرے سینے میں چٹیا اور پھر شاید بہت دیر
تک نہیں دھڑکا۔"(۱۷)

۴۔ دو ہاتھ کی چوڑیاں:

نائلہ تبسم کی تخلیق "دو ہاتھ کی چوڑیاں" انسانی نفسیات، خاندانی تعلقات، سماجی دباؤ اور نوجوان لڑکی کی زندگی کے جذباتی پہلوؤں کو بڑے فنکارانہ انداز میں پیش کرتی ہے۔ افسانہ غربت، شادی کے دباؤ، والدین کی توقعات، اور لڑکی کے اندرونی احساسات کے گرد گھومتا ہے۔ اس افسانے کی بنیاد پر معاشرتی حقیقت، خاندانی رویوں اور نوجوان نسل کے جذبات کی عکاسی نمایاں ہوتی ہے۔ پروین افسانے کی مرکزی کردار ہے، جو جذباتی، حساس اور ضدی لڑکی کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس کی شخصیت میں اندرونی کشمکش، جذباتی شدت، اور سماجی دباؤ کے اثرات واضح ہے:

"پر یاد رکھنا ماں ڈولی میں وو ہٹی نہیں پروین کی لاش جائے گی لاش!"(۱۸)

یہ جملہ پروین کی شدید جذباتی کیفیت اور ماں کے فیصلے کے خلاف اس کی ضد کو ظاہر کرتا ہے چھیمو یا پروین کی ماں اگرچہ وہ بظاہر ایک سخت مزاج کے طور پر سامنے آتی ہے جو اپنی بیٹی کی بہتری کی خواہاں ہوتی ہے، لیکن سماجی دباؤ اس کے رویے کو سخت بنا دیتا ہے۔ لیکن سماجی اور خاندانی ذمہ داریوں کے دباؤ میں سخت رویہ اختیار کرتی ہے۔

"میں ماں ہوں تیری دشمن نہیں ہوں، نہیں برس کی ہونے کو آئی۔ کب تک آخر تجھے
یوں گھر پر بٹھائے رکھوں۔"(۱۹)

ماں کا یہ کردار جذبات اور ذمہ داری کے تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ چھیما (سہیلی / رہنما چھیما کردار میں معصوم، محتاط اور سمجھدار دکھائی دیتی ہے، جو پروین کو نصیحت کرتی ہے اور اسے درست رویہ اپنانے کی ہدایت دیتی ہے۔

"یہ چوڑیاں، گوٹے کی ڈوری میں پروئی ہوئی چار درجن چوڑیوں کی ڈوری انگوٹھے پہ ٹکا
کے پروین کی آنکھوں کے عین سامنے لا کر بولی۔"(۲۰)

یہ گفت و شنید چھیما کی سنجیدہ طبیعت اور اس کی نصیحتوں کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اسلوب افسانے کا اسلوب جذبات اور نفسیات کو بیان کرنے میں بہت مؤثر ہے۔ طویل جملے، مکالمات اور کرداروں کے اندرونی خیالات کو بیان کرنے کے امتزاج سے افسانے کی جذباتی شدت اور حقیقی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔

"ماں کا لہجہ قدرے نرم ہوا۔ فضیحت پہ نصیحت کا رنگ غالب آنے لگا۔ پروین کا ہاتھ
تھام چارپائی پر بٹھایا۔ پیارے سے بال سنوارتے ہوئے ساتھ بیٹھ گئی۔"(۲۱)

یہ اسلوبی جمالیات کرداروں کی نفسیاتی گہرائی اور تعلقات کی پیچیدگی کو واضح کرتا ہے۔ خوبصورت استعارے اور علامتوں کا استعمال کیا گیا ہے۔

"آنکھوں کی جلن اسے ٹوٹے خوابوں کی چبھتی ہوئی کرچیوں کی طرح اذیت دے رہی
تھی جانے کب آنکھ لگ گئی۔"(۲۲)

پروین کی ذہنی اور جذباتی کیفیت کی شدت "چوڑیوں کی کھنکھناہٹ نے اس کی مسکراہٹ کچھ اور گہری کر دی خوشی

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

اور مادی شوق کا ملا جلا اثر۔

علامتیں(Symbols):

دو ہاتھ کی چوڑیاں خاندان، رشتے، سماجی حیثیت اور شادی کی اہمیت۔ مہندی، خوشی، تہوار اور شادی کی علامت۔ کچا فرش اور گھسیٹی ہوئی چارپائی، غربت، محنت اور روزمرہ زندگی کی حقیقت نفسیاتی کشمکش کرداروں کی اندرونی کشمکش افسانے کی جان ہے۔ خاندانی تعلقات ماں اور بیٹی کے تعلقات کی پیچیدگی واضح کی گئی ہے۔ سماجی دباؤ شادی، غربت اور خاندان کے دباؤ کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ جذباتی مکالمے کرداروں کی نفسیات اور سماجی حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔

"یہ دو ہاتھ کی کانچ کی چوڑیاں بڑی مہنگی ہوتی ہیں" (۲۳)

یہ جملہ معاشرتی اور ثقافتی اہمیت کی وضاحت کرتا ہے۔ نائلہ تبسم کا افسانہ "دو ہاتھ کی چوڑیاں" نہ صرف خاندانی تعلقات اور سماجی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے بلکہ انسانی نفسیات، جذبات، اور نوجوان لڑکی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بھی واضح کرتا ہے۔ استعارے اور علامتیں کرداروں کی نفسیاتی حالت اور افسانے کے مرکزی خیال کو مضبوط بناتی ہیں۔ افسانے میں ماں اور بیٹی کے تعلقات، خاندانی دباؤ، اور سماجی توقعات کا مؤثر امتزاج قاری کو جذباتی طور پر جکڑ لیتا ہے۔

۵۔ نجم السحر:

"نجم السحر" ایک نہایت مؤثر سماجی اور نفسیاتی افسانہ ہے جس میں مصنف نے دیہی معاشرے میں بیٹی کی پیدائش، غربت، جہیز، سماجی تعصبات، عورت کے مقام اور تقدیر جیسے موضوعات کو حقیقت نگاری کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کہانی کا بنیادی کردار سلطان (جو چھانے کے نام سے معروف ہے) ایک محنت کش لیکن غیرت مند والد کی حیثیت رکھتا ہے خوددار باپ ہے۔ اس کی سب سے چھوٹی بیٹی نجو (نجم السحر) حسن، شرافت اور نیک سیرت کا پیکر ہے، لیکن اس کی ناگہانی موت کے بعد معاشرہ ہمدردی کے بجائے کردار کشی میں مصروف ہو جاتا ہے افسانے کا بنیادی موضوع بیٹی کی عظمت، معاشرتی ظلم، غربت اور تقدیر پر ایمان ہے۔ مصنف نے دکھایا ہے کہ معاشرہ بیٹی کی پیدائش کو بوجھ سمجھتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیٹیاں رحمت ہیں۔

"دیکھ رجو! ہر پیدا ہونے والا اپنا رزق سوہنے رب سے لکھوا کر لاتا ہے۔"

یہ اقتباس چھانے کے اللہ پر کامل یقین اور مثبت سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔ مصنف نے دیہی معاشرے کی فرسودہ سوچ کو بے نقاب کیا ہے۔ نجو کی وفات کے بعد لوگ افسوس کرنے کے بجائے اس کے کردار پر شک کرتے ہیں۔

"چار بیٹیوں کو بیاہنے کے بعد اب چھانے کے پاس ایسا کچھ نہ تھا جسے وہ جہیز کے طور پر دے سکتا۔" (۲۴)

یہ اقتباس غربت اور جہیز کے معاشرتی دباؤ کو ظاہر کرتا ہے۔ افسانے میں ہر موقع پر اللہ کی رضا، دعا اور تقدیر پر یقین کو نمایاں کیا گیا ہے۔

"یہ سب میرے رب کی رضا ہے، یہ سب میرے رب کی کرنی ہے۔"(۲۵)

یہ افسانے کا مرکزی پیغام بھی ہے۔

"شام ہوتے ہی گاؤں کے بچوں سے آنگن بھر جاتا اور وہ کسی کو سبق یاد کرا رہی ہوتی۔"

مصنف نے دیہی زندگی کی نہایت خوبصورت منظر کشی کی ہے۔ کچی دیواریں، دری، کھڈی، جولاہا، پیپل کا درخت، صبح اور شام کا ستارہ۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"دور بیری کے درخت کی شاخ پر شام کا پہلا ستارا چھانے کو حیرت و حسرت سے تک رہا تھا۔"(۲۶)

یہ منظر افسانے کے اختتام کو علامتی حسن عطا کرتا ہے۔ علامت نگاری نجم السحر (صبح کا ستارہ) نجو امید، پاکیزگی اور روشنی کی علامت ہے۔ شام کا ستارہ، غم، جدائی اور زندگی کے اختتام کی علامت ہے۔ زبان و بیان مصنف نے سادہ، عام فہم مگر ادبی زبان استعمال کی ہے۔ مکالمے فطری ہیں۔ دیہی الفاظ حقیقت پیدا کرتے ہیں۔ جذباتی انداز دل پر اثر چھوڑتا ہے۔ افسانے کا اختتام انتہائی دردناک اور مؤثر ہے۔ چھانا معاشرے کی بے رحمی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اوئے بس کر جاؤ۔۔۔ اب تو بخش دو میری معصوم بچی کو۔"(۲۷)

یہ الفاظ افسانے کا فکری نچوڑ ہیں۔ فنی محاسن، حقیقت نگاری، کردار نگاری منظر نگاری، مکالمہ نگاری، علامت نگاری، جذبات نگاری، سادہ مگر مؤثر زبان، معاشرتی اصلاح تنقیدی اعتبار سے نجم السحر ایک کامیاب سماجی افسانہ ہے۔ مصنف نے بیٹیوں کے بارے میں رائج غلط تصورات، جہیز کی لعنت، غربت، طبقاتی ناانصافی اور عورت کے کردار پر شک کرنے والی ذہنیت پر مؤثر تنقید کی ہے۔ نجو کا کردار پاکیزگی اور اخلاقی عظمت کی علامت ہے، جبکہ چھانا ایک ایسے باپ کی نمائندگی کرتا ہے جو تمام تر مشکلات کے باوجود اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ افسانہ قاری کو جذباتی طور پر متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی رویوں پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ "نجم السحر" صرف ایک غریب باپ اور اس کی بیٹی کی کہانی نہیں بلکہ پورے معاشرے کے رویّوں کا آئینہ ہے۔ اس افسانے کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ بیٹیاں اللہ کی رحمت ہیں، اور انسان کو دوسروں پر تہمت لگانے کے بجائے تقدیر اور اللہ کی حکمت پر ایمان رکھنا چاہیے۔ یہی پیغام اس افسانے کو اردو افسانے کی مؤثر اور یادگار تخلیقات میں شامل کرتا ہے۔

۶۔ مرہم:

افسانہ ”مرہم“ اردو افسانہ اپنی فنی وسعت اور موضوعاتی گہرائی کے باعث انسانی زندگی کے نہایت پیچیدہ اور لطیف پہلوؤں کو بیان کرنے کا ایک موثر وسیلہ رہا ہے۔ نائلہ تبسم کا افسانہ ”مرہم“ اسی روایت کا ایک اہم اور قابلِ ذکر اضافہ ہے، جس میں ایک عورت کی نفسیاتی کیفیت، محرومی، بیزاری اور پھر محبت کے ذریعے اس کی داخلی تبدیلی کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ داستان بنیادی طور پر اس وجود کی عکاسی کرتی ہے جو مایوسی اور تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکا تھا، تاہم ایک معصوم اور خلوص بھرے رشتے کے توسط سے دوبارہ زندگی کی طرف لوٹتی ہے۔ مرہم ایک علامتی عنوان ہے جو پورے افسانے کے مرکزی خیال کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ مرہم کا کام زخموں کو بھرنا اور درد کو کم کرنا ہوتا ہے۔ افسانے میں پھپھو کی زندگی زخموں سے بھری ہوئی ہے تنہائی کا زخم ادھوری خواہشات کا زخم، سماجی ناانصافی کا زخم بھتیجا اور اس کے تمام زخموں پر مداوا بن کر اس کی حیات کو ایک نیا معنی اور مقصد عطا کرتا ہے۔ یہ کہانی (پھپونامی) ایک ایسی خاتون کے گرد بُنی گئی ہے جو طویل عرصے تک مسلسل تلخیوں اور محرومیوں کا سامنا کرتی چلی آرہی ہوتی۔ شادی نہ ہونا، محبت نہ ملنا، معاشی و سماجی عدم تحفظ ـــ یہ سب عوامل اسے ہر چیز سے بیزار کر دیتے ہیں۔

”ہر شے سے بیزار، ہر رشتے سے نالاں، یہاں تک کہ اپنی ذات سے بھی بیزار۔“(۲۸)

مگر جب اس کے بھتیجے کی آمد ہوتی ہے تو اس کی زندگی میں ایک انقلابی تبدیلی آتی ہے۔ وہ اپنی ساری محبت اس بچے پر نچھاور کر دیتی ہے اور اس کی پرورش میں خود کو مکمل طور پر وقف کر دیتی ہے۔ وقت کے ساتھ بچہ بڑا ہو کر ڈاکٹر بن جاتا ہے۔ جب وہ اپنی پہلی تنخواہ پھپھو کو دیتا ہے تو یہ لمحہ افسانے کا نقطۂ عروج بن جاتا ہے، جہاں محبت، اعتراف اور جذباتی تکمیل اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ اس کہانی کا محور اور اہم ترین کردار پھپھو ہے، جو آغاز سے انجام تک ایک ارتقائی سفر طے کرتی ہوئی نمایاں تبدیلی سے دوچار ہوتی ہے۔ ابتدائی کیفیت بیزاری، تلخی، بدگمانی کائنات کی ہر شے سے بیزار تبدیلی کے بعد محبت سے لبریز ایثار کرنے والی جذباتی طور پر وابستہ پھپھو دراصل اس عورت کی نمائندہ ہے جسے معاشرہ اس کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیتا ہے۔ اس کی بیزاری دراصل اس کے اندر کے دکھوں کا اظہار ہے، جبکہ اس کی محبت اس کی فطری انسانیت کی دلیل ہے۔ بھتیجا یہ کردار افسانے میں ایک علامتی حیثیت رکھتا ہے۔ معصوم، محبت کا مرکز، تبدیلی کا ذریعہ ہے:

”میرا بچہ! میرا بچہ!“(۲۹)

یہ بچہ صرف ایک فرد نہیں بلکہ امید، زندگی اور محبت کا استعارہ ہے۔ اس کی موجودگی پھپھو کی زندگی میں نئی روح پھونک دیتی ہے بھتیجے کی ماں یہ ایک سپاٹ کردار ہے جو عام ماں کی نمائندگی کرتا ہے۔ مصنفہ نے اس کردار کے توسط سے یہ واضح کیا ہے کہ ماں کا جذبہ بھی بانٹا جا سکتا ہے، جبکہ پھپھو کی محبت مکمل اور یکسو ہے۔ افسانے میں معاشرہ ایک اجتماعی کردار کے طور پر موجود ہے جو مداخلت کرتا ہے تنقید کرتا ہے محبت کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026
Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

''لاڈپیار میں بگاڑو مت جی!''(۳۰)

نائلہ تبسم کا اسلوب نہایت سادہ، فطری اور اثر انگیز ہے سادہ اور رواں زبان حقیقت پسندانہ مکالمے جذباتی شدت نفسیاتی گہرائی علامت نگاری مرہم، محبت، شفا، جذباتی تسکین، کرائے کا گھر، عارضی تعلق، غیر حقیقی ملکیت جیسے کوئی کرائے دار کرائے کے مکان کو میرا گھر کہے۔ افسانے میں متعدد خوب صورت استعارات استعمال ہوئے ہیں بیزاری کا عنکبوت، بحر مردار، سات ماوں کا مجموعہ، یہ استعارات افسانے کی معنوی گہرائی کو بڑھاتے ہیں۔ افسانے کا پلاٹ نہایت مربوط اور منظم ہے۔ پھپھو کی بیزار زندگی، بھتیجے کی آمد، محبت کا بڑھنا، پہلی تنخواہ کا منظر، جذباتی تسکین۔ یہ افسانہ ایک مضبوط نفسیاتی بنیاد رکھتا ہے محرومی، محبت، وابستگی، پھپھو کی سرگزشت اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ خلوص اور محبت کے واسطے سے انسان اپنی برباد شدہ حیات کو از سرنو آباد کر سکتا ہے۔ افسانہ معاشرے پر بھی گہری تنقید کرتا ہے غیر شادی شدہ عورت کا المیہ وراثتی ناانصافی، رشتوں کی ناہمواری ہے۔

''پھپھو بیزاری کے عنکبوت میں جکڑی گئی۔''(۳۱)

یہ جملہ اس کی ذہنی کیفیت کو نہایت خوبصورتی سے بیان کرتا ہے۔ عنکبوت کا جال، ذہنی قید، تنہائی، چادر، قربان یہ میری پہلی تنخواہ ہے پھپھو، اس پر آپ کا حق ہے۔ افسانہ مرہم ایک نہایت مؤثر اور دلگداز کہانی ہے جو انسانی جذبات، محرومی اور محبت کے اس دلگداز موضوع اور اس کی قوت کو اجاگر کرتے ہوئے، یہ کہانی ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ حقیقی چاہت انسان کے وجود میں نئی روح پھونک سکتی ہے ایک رشتہ بھی انسان کی پوری دنیا بدل سکتا ہے آخر میں یہ کہنا بجا ہو پھپھو کی زندگی میں بھتیجا صرف ایک فرد نہیں بلکہ اس کے زخموں پر رکھا گیا ایک ایسا مرہم ہے جس نے اس کے وجود کو نئی زندگی عطا کر دی۔

۷۔ خود غرض:

یہ افسانہ محض ایک جذباتی کہانی نہیں بلکہ انسانی نفسیات، معاشرتی جبر، محبت اور ذمہ داری کے باہمی تصادم کا ایک گہرا اور تہہ دار بیانیہ ہے۔ افسانہ ''خود غرض'' اردو فکشن میں "خود غرض" ایک ایسا شاہکار افسانہ ہے جو جذبات اور خاندانی فرائض کی کشمکش کو بڑے دلنشین انداز میں آشکار کرتا ہے۔ یہ کہانی بظاہر ایک فرد کی خود غرضی کا نوحہ معلوم ہوتی ہے، مگر درحقیقت یہ ایثار، قربانی اور معاشرتی دباؤ کی المناک تصویر ہے کبھی کبھی سب سے بڑی قربانی دینے والا شخص ہی دنیا کی نظر میں سب سے بڑا خود غرض ٹھہرتا ہے۔ احتشام کا یہ کردار اس تلخ حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ خاندانی اور معاشرتی فرض کی تکمیل میں انسان اس نہج پر پہنچ جاتا ہے جہاں اسے اپنی خوشیوں، تمناؤں اور یہاں تک کہ محبت کا بھی گلا گھونٹنا پڑتا ہے، مگر اس کی نیت کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ذمہ داری بمقابلہ محبتافسانے میں سب سے نمایاں تصادم محبت اور فرض کے درمیان ہے۔ معاشرتی جبر بڑے بیٹے پر ڈال دی جانے والی ذمہ داریاں ہمارے معاشرے کا ایک تلخ سچ ہیں۔ احتشام کی زندگی اسی جبر

کی عکاسی کرتی ہے۔

"میں تمہیں ہر وعدے کی قید سے آزاد کرتا ہوں"

یہ جملہ دراصل محبت کی انتہا ہے، مگر اسے خود غرضی سمجھا جاتا ہے غلط فہمی اور المیہ افسانہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ غلط فہمیاں بعض اوقات محبت سے زیادہ طاقتور ہو جاتی ہیں۔ زمین احتشام کے ایثار کو کبھی سمجھ نہیں پاتی۔ وقت کی ستم ظریفی وقت گزرنے کے بعد حقیقت واضح ہوتی ہے، مگر تب تک سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے احتشام مرکزی کردار کردار کی نوعیت: مدوّر (Round Character) ذمہ دار، حساس، قربانی دینے والا،، داخلی کشمکش کا شکار، اپنی محبت کو قربان کرنے والا، احتشام بظاہر خاموش اور کمزور لگتا ہے، مگر درحقیقت وہ ایک عظیم المیہ ہیرو ہے۔ زمین / زمین مرکزی نسائی کردار کردار کی نوعیت جزوی طور پر مدوّر جذباتی، خود مرکز، حساس، محبت میں شدت مگر فہم میں کمی، زمین دراصل اس معاشرے کی نمائندہ ہے جو صرف ظاہری حقائق دیکھتا ہے، باطن نہیں۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

"میں نے آج تک تم جیسا خود غرض شخص نہیں دیکھا" (۳۲)

ثانوی کردار ماں احتشام کی روایتی، مجبور، بیٹے پر انحصار کرنے والی باپ بیماری کے باعث بے بسا بتسام بھائی امید اور مستقبل کی علامت یہ تمام کردار سپاٹ (Flat Characters) ہیں جو صرف مرکزی کردار کی تشکیل میں مدد دیتے ہیں۔ اس افسانہ کا اسلوب بے حد فنکارانہ، تمثیلی اور علامتی ہے، جہاں جذبات کا اظہار براہ راست کرنے کی بجائے خوبصورت منظر نگاری کے توسط سے کیا گیا ہے

"سرد ہوا کے جھونکے ٹھہر ٹھہر کر کچھ اس ادا سے چل رہے تھے جیسے کوئی محبوب الوداعی کلمات کہتا ہے۔"

یہ اسلوب قاری کو جذباتی طور پر جکڑ لیتا ہے۔ علامتیں اور استعارات گدھ معاشرتی دباؤ، خود احتسابی، بلیک کافی، زندگی کی تلخی، بہار کا اختتام، محبت کا خاتمہ، وسیع گھر، مادی کامیابی مگر روحانی خلا۔ "کافی کا تلخ گھونٹ" یہ پوری زندگی کی تلخی کا استعارہ ہے افسانے میں کثرت سے استعارے استعمال ہوئے ہیں۔ "زندہ خودکشی"، "خوابوں کا جولاہا"

4۔ منظر نگاری (Imagery)

قدرتی مناظر کے ذریعے داخلی کیفیت کو ظاہر کیا گیا ہے "آسمان پر تیرتے سرمئی بادل" یہ احتشام کے ذہنی انتشار کی عکاسی ہے۔

بیانیہ تکنیک (Narrative Technique)

افسانہ تیسری شخصی بیانیہ میں ہے مگر اس میں داخلی خود کلامی (Interior Monologue) بھی شامل ہے، جو کردار کی نفسیاتی گہرائی کو بڑھاتا ہے۔ افسانے کی اصل فکر یہ ہے حقیقی ایثار اکثر دنیا کی نظر میں خود غرضی بن جاتا ہے، کیونکہ دنیانیت نہیں، صرف ظاہر دیکھتی ہے۔ گہرا نفسیاتی مطالعہ، مؤثر علامت نگاری، جذباتی شدت اور حقیقت نگاری کرداروں کی فکری گہرائی، بعض مقامات پر طوالت "خود غرض" ایک ایسا افسانہ ہے جو پڑھنے والے کو اپنے باطن کا محاسبہ کرنے پر اکساتی ہے۔ یہ محض عشق کی ناکامی کا احوال نہیں، بلکہ اس شخص کی دردناک داستان ہے جو اپنی تمام تر قربانیوں کے باوجود غلط سمجھا جاتا ہے یہ افسانہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہر کہانی کے دورخ ہوتے ہیں، اور سچ ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جو نظر آتا ہے۔

۸۔عدت:

افسانہ "عدت" اپنی داخلی شدت، نفسیاتی گہرائی اور تہذیبی شعور کے اعتبار سے اردو افسانے کا ایک نہایت اہم اور اثر انگیز متن ہے عورت کی داخلی کائنات، محبت، اذیت، شناخت اور خودی کی بازیافت کا ایک گہرا بیانیہ ہے۔ یہ کہانی صرف ایک طلاق یافتہ عورت کی داستان نہیں بلکہ اس پورے معاشرتی و تہذیبی نظام کی عکاسی ہے جہاں عورت اپنی ذات کھو کر بھی محبت کی زنجیروں میں جکڑی رہتی ہے۔ افسانے کا بنیادی خیال یہ ہے کہعورت محبت میں اپنی شناخت کھو دیتی ہے، مگر شعور کی ایک چنگاری اسے پھر اپنی ذات کی بازیافت کی طرف لے جاتی ہے اگرچہ دل ہمیشہ ماضی کا اسیر رہتا ہے۔ نسوانی شناخت کا بحرانافسانے میں سب سے اہم مسئلہ عورت کی شناخت کا ہے۔

اسی حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو:

> "میں نے اپنے اندر کی عورت کو طوق و سلاسل پہنا دل پہ بے حسی کا بھاری پتھر رکھ کر غرق قلزم نسیان کر دیا"(۳۳)

یہ جملہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ عورت خود اپنے باطن کو پابندِ سلاسل کر لیتی ہے، اور یہ کہانی چاہت کے اس تاریک پہلو کو اجاگر کرتی ہے جہاں محبت پرستش کے بجائے ایک جبری قید بن جاتی ہے

> "میں بیوی ہی نہیں اس کی پرستار بھی تھی"

یہاں محبت ایک خطرناک شدت اختیار کر لیتی ہے جہاں عورت اپنی خودی ختم کر دیتی ہے۔ مردانہ جبر اور نفسیاتی تشدد نعمان کا کردار مردانہ برتری اور نفسیاتی جبر کی نمائندگی کرتا ہے۔

> "تم جیسی سطحی سوچ کی مالک عورتوں سے اس کے علاوہ توقع بھی کیا کی جا سکتی ہے۔"(۳۴)

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

یہ جملے عورت کی تذلیل اور ذہنی استحصال کو ظاہر کرتے ہیں۔عدت صرف مذہبی نہیں، نفسیاتی وقفہ یہاں "عدت م"حض شرعی مدت نہیں بلکہ ایک نفسیاتی، روحانی اور جذباتی عبوری مرحلہ ہے جہاں عورت اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے بیچ معلق رہتی ہے۔خودی کی بازیافت(Reclamation of Self)افسانے کے اختتام پر عورت اپنی شناخت دوبارہ حاصل کرلیتی ہے۔

"میں مودت نہیں، مودت جیلانی ہوں"

یہ جملہ اس کی خودی کی واپسی کا اعلان ہے۔ مودت مرکزی کردار کردار کی نوعیت مدوّر (Round Character)ابتدا میں روایتی، تابع دار محبت میں خود سپردگی کی انتہا آخر میں خود مختار، باوقار ہے۔

"میں اس کے قدموں کی دھول بن کر جی لوں گی"

مودت ایک مکمل ارتقائی کردار ہے وہ کمزور عورت سے مضبوط شخصیت تک کا سفر طے کرتی ہے۔ نعمان مدور جزوی کردار خود غرض، جذباتی طور پر غیر مستحکم بعد میں نادم، مگر تاخیر سے۔

"میں نے تم پر ظلم کیا"

نعمان دراصل مردانہ انا اور وقتی جذبات کا نمائندہ ہے۔کردار: مصالحت پسند، روایتی سوچ کی نمائندہ ساس کے کردار کی نوعیت سپاٹ موقع پرست، بے حس۔افسانے کا اسلوب نہایت شاعرانہ علامتی اور استعاراتی ہے۔داخلی خود کلامی پر مبنی، علامتیں عدت، عبوری کیفیت، نفسیاتی انتظار، دوپٹہ / چادر، عورت کی شناخت، پردہ، جبر، چپل، محبت کی غلامی، کفن، محبت کی موت، "محبت کا کفن" یہ مکمل طور پر محبت کے اختتام کی علامت ہے اور استعارے"(Metaphors قلزم نسیان"، "آکاس بیل"، "محبت کا کفن""میرے سر پر سفید دوپٹہ نہیں محبت کا کفن تھا" یہ اسلوب قاری کو کردار کی روح میں اتار دیتا ہے منظر نگاری(Imagery)افسانہ جذباتی کیفیت کو مناظر سے جوڑتا ہے۔

بیانیہ تکنیک(Narrative Technique)داخلی خود کلامی، فلیش بیک تکنیک، یہ سب مل کر قاری کو کردار کے اندر لے جاتے ہیں۔افسانے کی اصل فکر یہ ہے محبت اگر خودی کو مٹادے تو وہ محبت نہیں، خود سپردگی ہے—اور اس سے نجات ہی اصل آزادی ہے گہرا نفسیاتی شعور نسوانی مسائل کی مؤثر پیشکش علامتی و استعاراتی زبان کردار کی ارتقائی تشکیل بعض مقامات پر جذباتی شدت حد سے زیادہ ہے۔یہ تخلیق اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ عورت محض جذبات کا مظہر نہیں، بلکہ ایک بھرپور شعور اور خودی کی حامل مستقل ہستیہے۔

۹۔ قرضِ حسنہ:

اردو فکشن میں "قرضِ حسنہ" ایک انتہائی معنی خیز اور گہرے فکری اسلوب کا حامل افسانہ ہے، جہاں خلوص، جذبہ

ایثار، اور بے لوث قربانی کو اس مؤثر پیرائے میں ڈھالا گیا ہے جو پڑھنے والے کے ضمیر کو بیدار کر دیتا ہے۔ ایک ایسا افسانہ ہے جو بظاہر ایک سادہ دیہی ماحول کی کہانی ہے، مگر اس کے باطن میں محبت، ایثار اور اخلاقی عظمت کا ایک گہرا فلسفہ پوشیدہ ہے۔ یہ کہانی ایک استاد کی خاموش محبت اور اس کے بے لوث عمل کو بیان کرتی ہے، جو کسی صلے یا اعتراف کا طلبگار نہیں۔ افسانے کا بنیادی خیال یہ ہے حقیقی محبت اور علم کبھی قرض نہیں ہوتے کہ جن کی واپسی طلب کی جائے، بلکہ یہ ایثار کی وہ صورت ہیں جو دینے والا بھول جاتا ہے اور لینے والا اکثر سمجھ نہیں پاتا۔ اس کہانی میں محبت کو ایک تقدیس بخشتے ہوئے جذبے کے روپ میں دکھایا گیا ہے۔ افسانے کا سب سے بڑا فکری نکتہ یہ ہے کہ علم کو 'قرضِ حسنہ' قرار دیا گیا ہے، یعنی ایسا تحفہ جو بغیر کسی غرض کے عطا کیا جاتا ہے، جبکہ ہیڈ ماسٹر صاحب اپنی مجبوری اور ناکامی کا سارا ملبہ تقدیر پر ڈال دیتے ہیں۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

"کھیل اس نے نہیں کھیلا، نصیب نے کھیلا تھا"(۳۵)

یہ جملہ انسانی بے بسی اور تقدیر کے جبر کو ظاہر کرتا ہے۔ دیہی معاشرت اور تعلیم نسواں افسانہ دیہی معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم کے مسائل کو بھی اجاگر کرتا ہے کہ "مڈل پاس لڑکی نے تعلیم نسواں پہ وہ لیکچر جھاڑا" یہ جملہ ایک ابھرتے ہوئے شعور کی علامت ہے ہیڈ ماسٹر صاحب مرکزی کردار ہے کردار کی نوعیت مدوّرم (Round Character) مگر خاموش، سنجیدہ، اور ایثار کرنے والا اصول پسند جذبات کو قابو میں رکھنے والا ہے۔ داخلی کرب کا شکار "وہ ڈوبتے سورج کو ایک ٹک دیکھتا چلا جاتا" یہ کردار اردو ادب کے المیہ ہیرو کی بہترین مثال ہے، جو اپنی خواہشات کو قربان کر دیتا ہے۔ صفیہ / صفو مرکزی نسائی کردار ہے جو کہ ذہین، پرعزم ہے عملی خود غرض نہیں مگر خود مرکز "ماسٹر جی بس یہ آخری کام کر دیجئے" صفیہ ایک حقیقت پسند کردار ہے جو اپنے مستقبل کو ترجیح دیتی ہے۔ راو (Narrator) کا کردار قاری اور کہانی کے درمیان پل کا کام کرتا ہے صفیہ کی ماں سپاٹ کردار روایتی، مجبور، معاشی مسائل سے دوچار ہے۔ افسانے کا اسلوب سادہ مگر علامتی داستانی اور مکالماتی تاثراتی اور شعری رنگ لیے ہوئے۔ علامتیں دوبتا سورج، محبت کا اختتام، چائے کے دو گھونٹ، ادھوری خواہشیں، ٹی سٹال، یادوں کا مرکز ہے کرسی، انتظار اور جمود، علامتوں کے ساتھ خوب صورت استعاروں کا استعمال چپ کی جھیل، قیامت دل پر گزرنا، سقراط کا جامِ زہر،

منظر نگاری (Imagery) کے حوالہ سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"شفق تیزی سے پھیل رہی تھی جیسے کسی الہڑ نے سر جھکا لیا ہو"(۳۶)

یہ منظر محبت کی معصومیت اور اختتام دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔

بیانیہ تکنیک (Narrative Technique): Frame Narrative داستان کے اندر داستان راوی کے ذریعے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد 07، شمارہ 01

کہانی بیان فلیش بیک کا استعمال کیا گیا ہے۔

"جیسے کوئی ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ کر جاتے محبوب کو دیکھتا ہے"

"سورج ڈوب گیا۔۔۔چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی"(۳۷)

افسانے کی اصل فکر محبت اور علم اگر بے لوث ہوں تو وہ قرض نہیں ہوتے، بلکہ ایسے عطیے ہوتے ہیں جن کی واپسی کا مطالبہ ان کی علامتی و استعاراتی حسن، کردار کی نفسیاتی گہرائیسادہ مگر اثر انگیز اسلوب، نسائی کردار کی جزوی یہ افسانہ قاری کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے اور اسے اس فلسفے پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ کیا ہر چاہت کے بدلے کی تمنا لازم ہوتی ہے، یا کچھ محبتیں محض قربانی اور نچھاور کے لیے ہی بنی ہوتی ہیں؟

"کاش محبت قرض ہوتی۔۔۔"(۳۸)

یہ جملہ پورے افسانے کا نچوڑ ہے ایک ایسی حسرت جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔نویدِ فصلِ گل:

"نویدِ فصلِ گل" ایک علامتی، نفسیاتی اور سماجی افسانہ ہے جس میں اولاد سے محرومی، ازدواجی محبت، صبر، امید اور اللہ پر یقین جیسے مُوضوعات کو بڑے ہی بلیغ انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اس تخلیق میں مصنفہ نے خزاں اور بہار کے استعاروں کی مدد سے انسانی حیات کے نشیب و فراز اور رنج و راحت کو نہایت خوبصورتی سے آشکار کیا ہے۔ افسانہ قاری کو یہ پیغام دیتا ہے کہ مایوسی کی انتہا ہی امید کی ابتدا ہوتی ہے۔"نویدِ فصلِ گل"کا مطلب بہار کی خوشخبری ہے۔ ابتدا میں پورا افسانہ خزاں، ویرانی اور بانجھ پن کی فضا میں آگے بڑھتا ہے، لیکن آخر میں ماریہ کے حاملہ ہونے کی خبر اس عنوان کو مکمل معنویت عطا کرتی ہے۔

افسانے کے اختتام پر ماریہ اسد سے کہتی ہے:

"امیدِ فصلِ بہار ہے صاحب!"(۳۹)

یہ مختصر جملہ پورے افسانے کے مرکزی خیال اور عنوان کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔

افسانے کا بنیادی خیال یہ ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ کی رحمت سے امید رکھنی چاہیے کیونکہ ہر خزاں کے بعد بہار ضرور آتی ہے۔

اسد صاحب کہتے ہیں:

"ہر بہار بانجھ رت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔"(۴۰)

یہ جملہ صرف فطرت کی حقیقت بیان نہیں کرتا بلکہ انسانی زندگی کے لیے بھی ایک عظیم فلسفہ پیش کرتا ہے کہ ہر

مشکل کے بعد آسانی اور ہر محرومی کے بعد خوشی آسکتی ہے۔ کردار نگاری میں اسد صاحب ایک باوفا، حساس، بردبار اور امید پسند شوہر ہیں۔ وہ فطرت سے سبق لیتے ہیں اور مایوسی کے باوجود امید کا دامن نہیں چھوڑتے۔

وہ ماریہ کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"اگر اس خزاں کی آغوش سے بہار جنم لے سکتی ہے تو تمہاری آغوش بھی یوں سونی نہیں رہے گی، بس اللہ کی رحمت سے یوں مایوس نہ ہوا کرو۔"(٦١)

یہ اقتباس ان کے مضبوط ایمان، مثبت سوچ اور بیوی سے بے پناہ محبت کا مظہر ہے۔ جب ماریہ دوسری شادی کی اجازت دیتی ہے تو اسد صاحب دوٹوک جواب دیتے ہیں۔ دوسری شادی کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ یہ جملہ ان کی وفاداری، کردار کی پختگی اور ازدواجی محبت کو نمایاں کرتا ہے۔ ماریہ ایک حساس، باوفا اور خوددار عورت ہے۔ بڑے ہی بلیغ انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اس تخلیق میں مصنفہ نے خزاں اور بہار کے استعاروں کی مدد سے انسانی حیات کے نشیب و فراز اور رنج و راحت کو نہایت خوبصورتی سے آشکار کیا ہے اس کی گفتگو اس کے باطنی کرب کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے وہ کہتی ہے "بانجھ پن کی کوکھ سے کوئی بہار جنم نہیں لیتی۔" یہ جملہ اس کی مایوسی، ٹوٹے ہوئے خواب اور مسلسل ذہنی اذیت کی عکاسی کرتا ہے۔ امی جان روایتی معاشرتی سوچ کی نمائندہ ہیں۔ وہ نسل چلانے کے لیے اسد کی دوسری شادی چاہتی ہیں، لیکن آخر میں جب ماریہ کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ سب سے پہلے اسے مٹھائی کھلاتی ہیں۔ اس تبدیلی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوشی انسان کے رویے بدل دیتی ہے۔ اس افسانے کی سب سے نمایاں فنی خوبی علامت نگاری ہے۔

مصنفہ لکھتی ہیں:

"جب خزاں پوری طرح آسیب کی طرح ان درختوں پر اپنا تسلط جما لیتی ہے... تو اچانک انہی خشک شاخوں سے کونپلیں پھوٹ پڑتی ہیں۔"(٦٢)

یہ اقتباس ثابت کرتا ہے کہ خشک شاخیں دراصل ناامیدی نہیں بلکہ آنے والی زندگی کی علامت ہیں۔

اسی طرح ابتدا میں اسد صاحب کا زرد پتوں کو غور سے دیکھنا بھی ایک علامتی منظر ہے۔ وہ دراصل زوال میں بھی عروج کی امید دیکھتے ہیں۔ اہم علامتوں میں خزاں، بہار، زرد پتے، کونپلیں، درخت، اس کے علاوہ افسانے کے مکالمے نہایت فطری، بامعنی اور کرداروں کی نفسیات کے مطابق ہیں۔

"انسانوں کے فیصلوں کو تقدیر کا فیصلہ قرار مت دو، ماریہ۔"(٦٣)

یہ مکالمہ معاشرتی سوچ پر مصنف کی تنقید بھی ہے اور اسد کے مثبت نظریے کی عکاسی بھی کرتا ہے۔

مصنف نے خزاں کے مناظر کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026
Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ 01

"جب شہتوت کے درخت کی ایک سپیدی میں لپٹی شاخ کو آخری پتے نے الوداع کہا تو
اسد صاحب کی آنکھیں اس پتے سے پر شوق گفتگو میں محو ہو گئیں۔"(۴۴)

یہ منظر نہ صرف تصویریت پیدا کرتا ہے بلکہ اسد کی نفسیات کو بھی واضح کرتا ہے۔افسانے میں ماریہ کی محرومی، اسد کی امید اور ماں کے معاشرتی دباؤ کو بڑے بلیغ اور گہرے انداز میں آشکار کیا گیا ہے۔

ماریہ کے درد کا اظہار ان الفاظ میں ہوتا ہے۔"کاش اس کے اشک سحابِ بہار بن سکتے۔" یہ جملہ اس کے دل کی بے بسی اور امید کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔یہ تخلیق ہمارے سماج کے اس روایتی اور ظالمانہ طرزِ فکر کو شدید تنقید کا نشانہ بناتی ہے جس کے تحت بانجھ پن کی ذمہ داری صرف عورت پر عائد کر دی جاتی ہے اور مرد کی دوسری شادی کو تمام مسائل کا واحد حل سمجھ لیا جاتا ہے

زبان و بیان

افسانے کی زبان نہایت شستہ، ادبی اور رواں ہے۔ اس میں تشبیہ، استعارہ، علامت اور پیکر تراشی کا خوبصورت استعمال ملتا ہے۔مضبوط پلاٹ علامت نگاری کا عمدہ استعمال،نفسیاتی کردار نگاری،مؤثر مکالمے،فطرت اور انسان کا حسین امتزاج چونکا دینے والا اختتام،وحدتِ تاثر اورافسانہ فنی اعتبار سے ایک کامیاب تخلیق ہے۔اگرچہ بعض مقامات پر فلسفیانہ گفتگو نسبتاً طویل محسوس ہوتی ہے، لیکن یہی فلسفیانہ انداز افسانے کو فکری گہرائی بھی عطا کرتا ہے۔اختتام نہایت فطری، جذباتی اور مؤثر ہے۔مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہر خزاں کے بعد بہار ضرور آتی ہے۔"نویدِ فصلِ گل "امید، صبر، وفاداری اور محبت کا دل نشین افسانہ ہے۔ اس میں فطرت کی علامتوں کے ذریعے انسانی زندگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔اسد صاحب کا کردار ثابت کرتا ہے کہ سچی محبت ہر آزمائش پر غالب آسکتی ہے، جبکہ ماریہ کی خوشخبری اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ "ہر بہار بانجھ رت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔"

۱۱۔بزدل:

افسانہ "بزدل" یہ افسانہ محض کسی فرد کی ذاتی محرومی، اذیت اور احساسِ کمتری کا عکاس نہیں، بلکہ مشرقی معاشرت کے جبر، خاندانی دباؤ اور ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے انسان کی دردناک داستان بیان کرتا ہے بلکہ مشرقی معاشرتی دباؤ، خاندانی ذمہ داریوں، اور سماجی روایات کے جبر کو بھی بے نقاب کرتا ہے۔ اس میں علامتی اور نفسیاتی سطح پر انسانی کمزوریوں کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے بزدلی، نفسیاتی کشمکش، سماجی جبر اور علامت نگاری، اردو افسانہ نگاری میں انسانی نفسیات اور معاشرتی تضادات کو موضوع بنانے کی ایک مضبوط روایت موجود ہے۔ بزدلی اسی روایت کا تسلسل ہے جس میں ایک عام انسان کی غیر معمولی اندرونی ٹوٹ پھوٹ کو بیان کیا گیا ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار زندگی کی کشمکش کے ہر مرحلے پر

پسپا ہوتا دکھائی دیتا ہے افسانے کا بنیادی موضوع بزدلی ہے مگر یہ محض جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی بزدلیاور معاشرتی بزدلی ہے۔

''اعتراف جی ہاں میں بزدل ہوں۔ غایت درجے کا بزدل، یقین کیجئے۔''(۴۵)

یہ اعتراف پورے افسانے کی فکری بنیاد ہ سماجی جبر اور خاندانی دباؤ مرکزی کردار اپنی پسند (شہناز) کا اظہار نہیں کرتا اور ماں کی خواہش پر شادی کر لیتا ہے۔ میں اپنی بیوہ ماں کا دل توڑنے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔ یہ جملہ مشرقی معاشرے کے اس فرد کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی خواہشات قربان کر دیتا ہے۔ ازدواجی زندگی اور محرومی، اولاد نہ ہونا، بیوی کی مایوسی،، رشتے میں خلا پیدا ہو جاتا ہے۔

''اس آنگن میں کبھی پھول نہیں کھلیں گے۔''(۴۶)

یہ محرومی صرف جسمانی نہیں بلکہ جذباتی بھی ہے۔ خودکشی کا رجحان مرکزی کردار براہِ راست خودکشی نہیں کرتا بلکہ حادثے کا انتظار کرتا ہے۔

''میرے حصے کا حادثہ مولا۔''(۴۷)

یہ نفسیاتی طور پر ایک کمزور مگر حقیقت پسندانہ رویہ ہے۔ افسانے کا اسلوب، سادہ اور رواں، جذباتی شدت سے بھرپور داخلی خودکلامی پر مبنی بیانیہ تکنیک واحد متکلم (First Person) ماضی اور حال کا امتزاج تدریجی انکشاف پلاٹ کی ساخت مضبوط و مربوط ہے، آغاز چوراہے پر کھڑا کردار، وسط ماضی کی یادیں، عروج طلاق کا نوٹس، انجام: نہر کی طرف سفر مبہم اختتام کردار نگاری مرکزی کردار راوی نفسیاتی پیچیدگی، احساسِ کمتری، فیصلہ نہ کرنے کی عادتیہ کردار وقت کے ساتھ ارتقاء پذیر ہوتا ہے مگر اپنی بنیادی کمزوری سے باہر نہیں نکلتا۔ ثانوی کردار رافعہ بیویابتدا میں شوخ بعد میں محرومی کا شکار ہے۔ ''وہ مسکرانا تک بھول گئی تھی۔'' شہناز کا کردار سپاٹ ہے محبت اور حسرت کی علامت ہے ماں کا کردار بھی سپاٹ روایتی اور قربانی دینے والی معاشرہ ہجوم، پولیس علامتی کردار بے حسی اور سطحی سوچ کی نمائندگی کی علامت نگاری اور خوب صورت استعاراروں کا استعمال کیا ہے۔ چوراہا زندگی کے فیصلوں اور الجھن کی علامت ہے اسلوبیاتی خصوصیات کی بات کی جائے تو اس میں داخلی کرب کی شدت اور حقیقت نگاری ہے سادہ مگر اثر انگیز زبان مکالموں میں فطری پن، نفسیاتی گہرائی اور مضبوط علامت نگاری، معاشرتی عکاسی قاری کو جذباتی طور پر متاثر کرنا اور امید کی کمی مرکزی کردار کی حد سے زیادہ کمزوری ہے افسانہ ''بزدل'' ایک یہ ایسے انسان کی سرگزشت ہے جو حیات کے ہر اہم موڑ پر سکوت کو ترجیح دیتا ہے، اور یہی خاموشی اس کے لیے سب سے بڑی ہزیمت ثابت ہوتی ہے۔ یہ افسانہ قاری کو اس فکری زاویے سے سوچنے پر اکساتی ہے کہ آیا بزدلی انسان کی ذاتی خامی ہے یا ظالم حالات کا پیدا کردہ کوئی المیہ؟؟ یہ کہانی قاری کے دل میں ایک گہرا سوال چھوڑ جاتی ہے اور یہی اس کی اصل کامیابی ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

۱۲۔ قبرستان لاوارث قیدی:

قبرستان لاوارث قیدی ایک گہری علامتی اور نفسیاتی کہانی ہے جو انسان کے باطنی کرب، ناکام محبت، سماجی بے حسی اور داخلی شکست کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کرتی ہے۔ افسانہ دو سطحوں پر چلتا ہے: ایک خارجی حقیقت (لاوارث قیدیوں کی قبریں) اور دوسری داخلی حقیقت (مرکزی کردار کی روحانی موت)۔ یہ کہانی قاری کو اس نتیجے تک لے جاتی ہے کہ اصل قید جسم کی نہیں بلکہ جذبات اور یادوں کی ہوتی ہے۔ اس میں علامت نگاری، ناکام محبت، داخلی کرب، سماجی بے حسی، نفسیاتی افسانہ اردو افسانے میں علامتی اور نفسیاتی اسلوب کی ایک مضبوط روایت ہے، اور قبرستان لاوارث قیدی بھی اسی روایت کا نمائندہ افسانہ ہے۔ اس میں ایک ایسے فرد کی کہانی بیان کی گئی ہے جو زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے باوجود اندر سے شکست خوردہ اور ویران ہو چکا ہے۔ افسانہ انسانی جذبات کی گہرائی، محبت کی ناکامی اور سماج کی بے حسی کو اجاگر کرتا ہے۔ انسانی بے حسی اور سماجی ظلم افسانے کا آغاز ہی ایک دل دہلا دینے والے منظر سے ہوتا ہے: لاوارث قیدیوں کا قبرستان، جنہیں مرنے کے بعد بھی شناخت اور عزت نہیں ملتی۔

"نہ سنگ مزار، نہ نام بلکہ ذلت کی علامت قیدی" (۴۸)

یہ جملہ سماج کی بے رحمی اور بے حسی کو ظاہر کرتا ہے۔ محبت کی ناکامی اور داخلی ٹوٹ پھوٹ مرکزی کردار ایک ڈاکٹر لڑکی سے محبت کرتا ہے، مگر یہ محبت یکطرفہ یا دھوکے پر مبنی نکلتی ہے۔

"بھلا آپ کو یہ گمان کیوں ہوا کہ میں آپ ہی سے شادی کروں گی؟" (۴۹)

یہ جملہ کردار کے جذباتی انہدام کا نقطۂ عروج ہے۔ بڑے شہر کی تنہائی افسانہ بڑے شہر کی مصنوعی زندگی کو بے نقاب کرتا ہے۔

اقتباس میں ماں کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"بڑے شہروں میں بسنے والوں کے دل اکثر بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔" (۵۰)

یہ خیال افسانے میں بعد میں سچ ثابت ہوتا ہے۔ داخلی قبرستان (Inner Death) افسانے کا سب سے اہم فکری نکتہ یہ ہے کہ انسان باہر سے زندہ مگر اندر سے مر چکا ہوتا ہے۔ افسانے کا اسلوب علامتی اور استعاراتی ہے زبان سادہ مگر پر اثر نثر جذباتی شدت، بیانیہ تکنیک، واحد متکلم (First Person Narrative)، ماضی و حال کا امتزاج، داخلی خود کلامی، اور پلاٹ کی ساخت مضبوط ہے جس کا آغاز قبرستان کا منظر، وسط محبت اور شہر کی زندگی عروج محبت میں ناکامی اور ماں کی موت انجام واپسی اور داخلی قبرستان کا انکشاف ہے، کردار نگاری کی بات کی جائے تو اس کا (Characterization) مرکزی کردار راوی حساس اور جذباتی، محبت میں شکست خوردہ، داخلی طور پر ٹوٹا ہوا یہ کردار ابتدا میں معاشرتی ناانصافی پر کڑھتا ہے

مگر آخر میں خود اس کا شکار بن جاتا ہے۔ ثانوی کردار ماں کا ہے دانا، دور اندیش جذباتی وا ہے۔ "وہ بڑا شہر انسان کو اپنے ظلم میں کچھ یوں الجھالیتا ہے" ڈاکٹر لڑکی، بظاہر مخلص، در حقیقت مفاد پرست جدید شہری ذہنیت کی نمائندہ ہے۔ لاوارث قیدی اجتماعی کردار، علامتی کردار، مظلوم طبقہ، بے نام انسانیت، علامت نگاری اور استعارات قبرستان لاوارث قیدی علامت، سماجی بے حسی، انسان کی بے قدری، فراموش شدہ وجود ہے۔

"ان مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا کیجئے۔" (۵۱)

شکستہ دیوار، علامت، سچائی کا عیاں ہونا، حقیقت کی جھلک بعد میں اس کا بن جانا سچ کو چھپانے کی علامت بڑا شہر علامت مصنوعی زندگی خود غرضی تنہائی اندرونی قبرستان علامت مرے ہوئے جذبات اور ٹوٹے ہوئے خواب ہیں۔ اسلوبیاتی خصوصیات میں علامتی گہرائی ہے اور منظر نگاری کی قوت، جذباتی شدت، فلسفیانہ انداز علامت نگاری انتہائی مضبوط نفسیاتی گہرائی سماجی حقیقت کی عکاسی قاری کو سوچنے پر مجبور کرنا کچھ مقامات پر طوالت ڈاکٹر لڑکی کے کردار میں جزوی ابہام ہے۔ قبرستان لاوارث قیدی "یک ایسا افسانہ ہے جو ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ اصل قید جسمانی نہیں بلکہ جذباتی اور نفسیاتی ہوتی ہے۔ یہ کہانی ایک ایسے انسان کی ہے جو محبت میں ہاراماں کو کھو بیٹھا اور آخر کار خود اپنی ذات میں دفن ہو گیا۔

۱۳۔ چپکے سے بہار آجائے:

افسانہ "چپکے سے بہار آجائے" انسانی جذبات، ناکام محبت، خود فریبی، قربانی اور تقدیر کے پیچیدہ رشتوں کی کہانی ہے۔ یہ افسانہ ایک ایسی لڑکی (ماہم) کی داخلی کشمکش کو بیان کرتا ہے جو یکطرفہ محبت میں شکست کھانے کے بعد اپنی ذات سے انتقام لینے پر آمادہ ہو جاتی ہے، مگر آخر کار تقدیر اس کے حق میں ایک غیر متوقع فیصلہ سناتی ہے۔ افسانہ نفسیاتی، رومانوی اور علامتی سطح پر انسانی دل کی نازک کیفیات کو بڑی خوبصورتی سے پیش کرتا ہے محبت، خود فریبی، قربانی، تقدیر، نفسیاتی افسانہ، علامت نگاریاردو افسانے میں محبت اور اس کے نفسیاتی اثرات ایک اہم موضوع رہے ہیں۔ "چپکے سے بہار آجائے" اسی روایت کا ایک حسین نمونہ ہے، جس میں محبت کو محض جذباتی کیفیت کے طور پر نہیں جہاں چاہت کو محض ایک سطحی جذباتی کیفیت کے بجائے آزمائش، فریب اور بالآخر ربانی رحمت کے روپ میں دکھایا گیا ہے۔ افسانہ قاری کو ابتدا میں اضطراب، وسط میں کرب اور آخر میں سکون کا احساس دیتا ہے۔ محبت اور خود فریبی افسانے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ محبت بعض اوقات خود فریبی بن جاتی ہے۔ ماہم ابتدا میں محبت کو رد کرتی ہے مگر خود اسی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ماہم کی محبت یکطرفہ ہے، جس کا انجام شدید ذہنی اذیت کی صورت میں نکلتا ہے۔

"تو کیا کوئی معجزہ نہ ہوا؟" (۵۲)

یہ جملہ اس کی ٹوٹی ہوئی امیدوں کا اظہار ہے۔ تقدیر اور الٰہی فیصلہ افسانہ یہ پیغام دیتا ہے کہ: انسان کی خواہش سے

Research Journal Tahqeed تحقید تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ 01

بڑھ کر تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے۔

"وہ جس منصب پر فائز ہونے کی تمنا کر بیٹھی تھی وہ پہلے ہی کسی اور کے لئے مختص تھا۔"(۵۳)

قربانی اور ایثار ماہم اپنی ناکام محبت کے بعد نبیل سے شادی کا فیصلہ کرتی ہے تاکہ اسے محرومی سے بچا سکے۔ یہ جذبہ ایثار کا مظہر ہے۔ بہار بطور رحمت افسانے کا عنوان ہی اس کے مرکزی خیال کی نمائندگی کرتا ہے خوشی اور سکون اچانک، خاموشی سے آتے ہیں۔ "چپکے سے بہار آجائے" افسانے کا اسلوب سادہ مگر پر اثر جذباتی اور شاعرانہ مکالماتی انداز اور بیانیہ تکنیک ہے۔ واحد متکلم (First Person) مکالمے پر مبنی پیشکش تدریجی انکشاف اور پلاٹ کی ساخت بھی مضبوط ہے کردار نگاری میں (Characterization) مرکزی کردار ماہم کا ہے جو کہ ذہین اور باصلاحیت خوددار محبت میں شکست خوردہ قربانی دینے والی ہے۔

"میں نے ریحان کی نارسا محبت کا کاسہ خالی کر دیا ہے۔"(۵۴)

یہ اس کی داخلی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔ ثانوی کردار راوی دوست مدوّر کردار ہے جو کہ مخلص حقیقت پسند رہنمائی کرنے والی جبکہ ریحان کا کردار سپاٹ ہے محبوب کی علامت غیر شعوری طور پر اثر انداز نبیل سپاٹ کردار، سادہ، مخلص، خاموش محبت کی علامت، خالہ / خاندان کا علامتی کردار ہے جو معاشرتی اقدار کی نمائندگی کرتی ہے اس کے علاوہ اس میں علامت نگاری اور استعارات کا استعمال جیسے بہار علامت ہے خوشی کی نئی زندگی کی رحمت کاسہ (بھیک کا پیالہ علامت ہے محبت کی طلب محرومی۔ اس کے علاوہ شعری اقتباسات کا استعمال نفسیاتی گہرائی نفسیاتی حقیقت نگاری علامتوں کا خوبصورت استعمال کردار کی داخلی تبدیلی مؤثر اور اطمینان بخش انجام ہے۔ حقیقی خوشی خاموشی سے، غیر متوقع طور پر ملتی ہے آخری تاثر یہ افسانہ قاری کے دل میں ایک امید جگاتا ہے کہ اگر نیت صاف ہو اور دل سچا ہو تو بہار واقعی چپکے سے آ ہی جاتی ہے۔

۱۴۔ میرے مزدور اس دور کے کوہکن:

اردو افسانے میں محنت کش طبقے کی زندگی، ان کی محرومیوں، خوابوں محنت کش طبقے کی زندگی، ان کی محرومیوں اور استحصال کی نہایت دردناک اور مؤثر عکاسی کرتا ہے۔ یہ تخلیق محض معاشی ناانصافیوں کو ہی بے نقاب نہیں کرتی، بلکہ انسانی عظمت، قربانی اور ادھورے خوابوں کے المیے کو بھی پوری قوت سے اجاگر کرتی ہے۔ مرکزی کردار شوکت ایک ایسا مزدور ہے جو اپنی پوری زندگی اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے خواب میں گزار دیتا ہے مگر خود محرومی کی چکی میں پس کر جان دے دیتا ہے۔ مزدور، استحصال، معاشی ناہمواری، قربانی، علامت نگاری، حقیقت نگاریاردو ادب میں محنت کش طبقے کی زندگی کو موضوع بنانے کی روایت ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ "میرے مزدور اس دور کے کوہکن" اسی روایت کا ایک مضبوط تسلسل

ہے جس میں ایک عام مزدور کی غیر معمولی جدوجہد کو بیان کیا گیا ہے۔ افسانہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مزدور کے استحصال اور اس کی بے بسی کو نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کرتا ہے مزدور کا استحصال افسانے کا بنیادی موضوع مزدور طبقے کا استحصال ہے۔

''ٹھیکیدار نام کی ملکہ مکھی کے سامنے مزدوروں کا چھتہ مستعد رہتا''(۵۵)

یہ جملہ سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور کی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ خواب اور محرومی شوکت خود تعلیم حاصل نہ کر سکا مگر اپنے بیٹے سلیم کے لئے خواب دیکھتا ہے۔

''وہ شوکت کے خوابوں کا امیں تھا''(۵۶)

یہ جملہ باپ کی قربانی اور امید کی علامت ہے۔ غربت اور مجبوری افسانہ یہ دکھاتا ہے کہ غربت انسان کو کیسے مجبور کر دیتی ہے۔ آزادی کا المیہ اگست کے موقع پر مزدور آزادی پر سوال اٹھاتے ہیں۔

''ہم مزدوروں میں سے کوئی بھی آج تک روٹی اور کپڑے کی فکر سے آزاد ہو سکا؟''(۵۷)

یہ جملہ قومی آزادی اور معاشی غلامی کے تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ انسانی عظمت اور قربانیشوکت اپنی ذات کو مٹا کر اپنے بچوں کے لئے جیتا ہے۔ پلاٹ کی ساخت مضبوط ہے آغاز شوکت اور کوثر کی شادی سے ہوتا ہے۔ وسط غربت، جدوجہد اور خواب سے عروج سلیم کے مستقبل کی امید اور انجام حادثاتی موت مرکزی کردار شوکت محنتی ذمہ دار، خواب دیکھنے والا قربانی دینے والا ہے۔ جبکہ سلیم بیٹا، شوخ، سوال کرنے والا، نئی نسل کی نمائندگی، ٹھیکیدار سپاٹ کردار استحصال کی علامت مزدور اجتماعی کردار علامتی کردار مظلوم طبقہ علامتیں اور استعارات کوہکن، تگاری / اینٹ / سیمنٹ، چالیس روپے، خون، ایک ادھوراخواب، اسلوبیاتی خصوصیات میں سب سے زیادہ حقیقت نگاری (Realism) اور منظر نگاری کی قوت مکالموں کی فطریت جذباتی تاثر مزدور طبقے کی حقیقت پسندانہ عکاسی کردار کی گہرائی علامتی نظام مضبوط ہے جو قاری پر گہرا اثر رکھتا ہے میرے مزدور اس دور کے کوہکن ''ایک ایسا افسانہ ہے جو قاری پر یہ حقیقت عیاں کرتا ہے کہ مزدور محض جسمانی مشقت ہی نہیں کرتا بلکہ جذباتی سطح پر بھی کٹھن قربانیاں دیتا ہے، جہاں ظالم سماجی ڈھانچہ اس کی محنت کا عادلانہ صلہ دینے سے قاصر رہتا ہے اور اس کے ارمان اس کے وجود کے ساتھ ہی خاکستر ہو جاتے ہیں۔

''شوکت زندگی کی قید سے آزاد ہو گیا''(۵۸)

یہ جملہ افسانے کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ جس آزادی کا خواب وہ زندگی بھر دیکھتا رہا، وہ اسے صرف موت میں ملی۔

۱۵۔ ہیولے:

ہیولے ایک انتہائی عمیق، علامتی اور نفسیاتی شاہکار ہے جہاں انسانی شعور، انانیت، صداقت اور وقت کے فلسفے کو بڑی باریک بینی کے ساتھ برتا گیا ہے۔ یہ کہانی بظاہر دو کرداروں کے مابین گفتگو معلوم ہوتی ہے، لیکن باطن میں یہ انسان کی ذات اور اس کے ضمیر کی باہمی کشمکش ہے جو پڑھنے والے کو ایک ایسے فکری جہان میں لے جاتی ہے جہاں حقیقت اور وہم، ماضی اور حال، اور سچ اور انا آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ سچ اور انا کا تصادم افسانے کا بنیادی خیال سچائی اور انسانی انا کی کشمکش ہے۔

"میں یہ سب جانتا تھا مگر میں یہ مان نہیں سکتا تھا"(۵۹)

یہ جملہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسان اکثر سچ کو جانتے ہوئے بھی اسے قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کی انا اسے روک دیتی ہے۔ وقت کی اہمیت اور تاخیر کا المیہ افسانے میں بار بار "دیر ہو جانا" ایک مرکزی تصور کے طور پر سامنے آتا ہے دیر ہو گئی بلکہ بہت دیر ہو گئی یہ تاخیر صرف وقتی نہیں بلکہ زندگی کے فیصلوں میں تاخیر کا استعارہ ہے، جو انسان کو پچھتاوے میں مبتلا کر دیتی ہے۔ شناخت اور پہچان کا بحران کردار ایک دوسرے کو پہچاننے میں ناکام رہتے ہیں۔

"تمہیں میرا نمبر تک یاد نہ رہا"(۶۰)

یہ صرف ایک فون نمبر نہیں بلکہ رشتوں کی پہچان کھو جانے کی علامت ہے۔ میر اور خود احتسابی افسانہ دراصل انسان کے اندرونی احتساب کا بیانیہ ہے۔

"میں جان چکا ہوں تم سچ کہتے تھے"(۶۱)

یہ اعتراف ضمیر کی بیداری کو ظاہر کرتا ہے، جو اکثر بہت دیر سے ہوتی ہے۔ افسانے کا اسلوب مکالماتی (dialogic) ہے، جس میں پوری کہانی دو کرداروں کے درمیان گفتگو سے آگے بڑھتی ہے۔ سوال و جواب کی تکنیک مختصر مگر گہرے جملے فلسفیانہ انداز بیانیہ تکنیک داخلی مکالمہ (Interior Dialogue) غیر خطی بیانیہ (Non-linear narrative) ابہام (Ambiguity) یہ تکنیکیں افسانے کو قاری کے لیے ایک فکری معمہ بنا دیتی ہیں۔ فضا نگاری (Atmosphere) افسانے کی ابتدا ہی ایک پر اسرار فضا سے ہوتی ہے۔

"گہری دھند میں بے حد نگاہ تک کے اس پار دو ہیولے"(۶۲)

یہ دھند پوری کہانی میں ایک نفسیاتی اور علامتی ماحول قائم رکھتی ہے۔

کردار نگاری (Characterization)

مرکزی کردار دو "ہیولے" دراصل ایک انسان کا حال دوسرا اس کا ماضی یا ضمیر یہ کردار مدور (Round Characters) ہیں کیونکہ ان میں فکری تبدیلی آتی ہے وہ سچ کو سمجھتے اور تسلیم کرتے ہیں کرداروں کی نوعیت پہلا ہیولا مدور سچ کو دیر سے تسلیم کرتا ہے دوسرا ہیولا مدور پہلے سے سچ کا ادراک رکھتا ہے علامتیں دیکھی جائیں تو دھند "گہری دھند میں"

حقیقت کا ابہام سچائی کا چھپ جانا ذہنی الجھن ہیولے انسان کے مختلف روپ ضمیر اور انا ماضی اور حال کی آواز / پکار ہے۔

"میں نے تمہیں صدائیں دی تھیں"(۶۳)

سچائی کی آواز ضمیر کی پکار وقت موقع فیصلہ کرنے کی گھڑی زندگی کا محدود دائرہ استعارے (Metaphors)ہیں۔"دروغ کے ہزار پردے"

"تمہاری سماعت کو کسی نے دروغ کے ہزار پردوں کے پار چھپادیا تھا"(۶۴)

یہ استعارہ جھوٹ سماجی دباؤ خود فریبی،"دانش و بینش کا قلعہ"،"میری دانش و بینش کا قلعہ مسمار ہو تا تھا" یہ انا اور جھوٹی خود اعتمادی کا استعارہ ہے۔"ذوق خدائی"،"تمہارے ذوق خدائی پر ضرب پڑی تھی" یہ انسان کی خود کو برتر سمجھنے کی نفسیات کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلوب کی خوبیاں سادہ مگر معنی خیز زبان، علامتی گہرائی فلسفیانہ انداز جذبات اور عقل کا امتزاج گہری فکری سطح علامتی اور نفسیاتی گہرائی قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے ممکنہ کمزوریاں عام قاری کے لیے قدرے مشکل افسانہ "ہیولے" انسانی باطن کی ایک پیچیدہ مگر حقیقت پسندانہ عکاسی ہے۔ یہ افسانہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ سچ کو پہچاننا کافی نہیں، اسے تسلیم کرنا ضروری ہے وقت پر فیصلہ نہ کرنا سب سے بڑی غلطی ہے انسان اپنی انا کا قیدی بن کر سچ سے دور ہو جاتا ہے یہ افسانہ دراصل ایک آئینہ ہے جس میں ہر قاری اپنی ہی جھلک دیکھ سکتا ہے۔

نائلہ تبسم کے افسانوی ہنر کا سب سے امتیازی وصف ان کے ہاں پائی جانے والی گہری نفسیاتی گہرائی، جذباتی خلوص اور عمیق علامتی آہنگ ہے۔ وہ انسانی رشتوں کی پیچیدگی محبت کی مختلف صورتوں اور معاشرتی تضادات کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کرتی ہیں تاہم بعض افسانوں میں جذباتی شدت اور تفصیل نگاری اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ بیانیہ قدرے طویل محسوس ہونے لگتا ہے۔ بعض مقامات پر مرد کردار نسبتاً کمزور اور یک رخی دکھائی دیتے ہیں، لیکن مجموعی طور پر یہ خامیاں افسانوں کی فنی قوت کو متاثر نہیں کرتی نائلہ تبسم اکرم کا افسانوی مجموعہ "قرض حسنہ" عصری اردو افسانے میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ ان کے افسانے، محبت ایثار، محرومی نسائی شعور طبقاتی استحصال اور انسانی نفسیات جیسے موضوعات کو فنی مہارت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ علامت نگاری، نفسیاتی تجزیہ، مؤثر کردار نگاری اور جذباتی صداقت ان کے فن کے نمایاں اوصاف ہیں۔ یہ افسانے نہ صرف قاری کو جذباتی طور پر متاثر کرتے ہیں بلکہ اسے زندگی محبت انسان اور معاشرے کے بارے میں نئے زاویہ فکر بھی عطا کرتے ہیں۔

Research Journal Tahqeed تحقید تحقیقی مجلہ eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

حوالہ جات

1۔ نائلہ تبسم اکرام: "قرض حسنہ" سلطان باہو پرنٹنگ پریس، جھنگ، ۲۰۱۵ء، ص ۴

2۔ ایضاً، ص ۳

3۔ ایضاً، ص ۱

4۔ ایضاً، ص ۴

5۔ ایضاً، ص ۵

6۔ ایضاً، ص ۸

7۔ ایضاً، ص ۶

8۔ ایضاً، ص ۶

9۔ ایضاً، ص ۶

10۔ ایضاً، ص ۱۵

11۔ ایضاً، ص ۱۲

12۔ ایضاً، ص ۱۲

13۔ ایضاً، ص ۱۷

14۔ ایضاً، ص ۱۱

15۔ ایضاً، ص ۱۷

16۔ ایضاً، ص ۱۵

17۔ ایضاً، ص ۱۶

18۔ ایضاً، ص ۲۰

19۔ ایضاً، ص ۱۹

20۔ ایضاً، ص ۲۰

21۔ ایضاً، ص ۱۹

22۔ ایضاً، ص ۲۲

Research Journal Tahqeed تحقید تحقیقی مجلہ eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ 01

23۔ ۲۳۔ ایضاً، ص۲۱

24۔ ایضاً، ص۲۶

25۔ ایضاً، ص۲۹

26۔ ایضاً، ص۲۹

27۔ ایضاً، ص۲۸

28۔ ایضاً، ص۳۰

29۔ ایضاً، ص۳۴

30۔ ایضاً، ص۳۲

31۔ ایضاً، ص۳۱

32۔ ایضاً، ص۳۶

33۔ ایضاً، ص۴۱

34۔ ایضاً، ص۴۴

35۔ ایضاً، ص۵۷

36۔ ایضاً، ص۵۰

37۔ ایضاً، ص۵۲

38۔ ایضاً، ص۵۸

39۔ ایضاً، ص۶۲

40۔ ایضاً، ص۶۰

41۔ ایضاً، ص۶۰

42۔ ایضاً، ص۶۰

43۔ ایضاً، ص۶۱

44۔ ایضاً، ص۵۹

45۔ ایضاً، ص۶۳

46۔ ایضاً، ص۶۶

Research Journal Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

47۔ ایضاً، ص۶۳

48۔ ایضاً، ص۷۰

49۔ ایضاً، ص۷۲

50۔ ایضاً، ص۷۰

51۔ ایضاً، ص۷۳

52۔ ایضاً، ص۷۸

53۔ ایضاً، ص۸۱

54۔ ایضاً، ص۸۱

55۔ ایضاً، ص۸۶

56۔ ایضاً، ص۸۶

57۔ ایضاً، ص۸۷

58۔ ایضاً، ص۸۸

59۔ ایضاً، ص۹۰

60۔ ایضاً، ص۸۹

61۔ ایضاً، ص۹۰

62۔ ایضاً، ص۸۹

63۔ ایضاً، ص۹۰

64۔ ایضاً، ص۹۰